چوہدری مظفر حسین

سائنس اور تبلیغ اسلام

مذاکرہ اسلام اور سائنس ۱۰-۱۲- نومبر ۱۹۸۰ء بمطابق ۱تا۳ محرم الحرام ۱۴۰۱ھ باہتمام وزارتِ سائنس و ٹیکنالوجی، حکومتِ پاکستان- اسلام آباد-

سائنس اسلام کے ساتھ ایسا ناگزیر رشتہ رکھتی ہے کہ اسے نظر انداز کرنا ممکن نہیں۔ یہ جدا بات ہے کہ صدیوں کے سیاسی اور تہذیبی انحطاط کے باعث مسلمان اپنے اس مقدس ورثے سے محروم چلے آ رہے ہیں اور المیہ تو یہ ہے کہ وہ اب اس محرومی پر قانع ہو کر یہ سمجھنے لگے ہیں کہ سائنس اسلام کا جزو لاینفک نہیں۔ مَیں اس مقالے میں اس موقف کی وضاحت کرنے کی کوشش کروں گا کہ سائنس اور اسلام ایک دوسرے سے الگ تھلگ نہیں بلکہ موجودہ دور میں سائنس ہی اسلام کی تبلیغ کا مؤثر ترین ذریعہ ہے۔

سب سے پہلے تو یہی بات قابل توجہ ہے کہ جس کلمہ طیبہ کو پڑھ کر کوئی شخص اپنے مسلمان ہونے کا اوّلین اقرار کرتا ہے وہ اپنے مضمرات کے اعتبار سے، بجائے خود سائنسی اندازِ فکر ہے۔ علامہ اقبال کے الفاظ میں کلمہ طیبہ کا پہلا جزو مظاہر فطرت میں سے الوہیت کا جامہ اتار پھینکتا ہے جبکہ اس کا دوسرا جزو ختمیت رسالت کے مفہوم کی رو سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی بھی انسان کو منزّہ عن الخطا ماننے سے ممانعت کرتا ہے[1] یہ دونوں ذہنی رویے انسان کے اندر سائنٹفک سپرٹ ابھارتے ہیں - اس طرح ایمان کا پہلا جرعہ نوش کرتے ہی انسان کے اندر

---

[1] تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ۔

ایک ایسا اندازِ فکر پیدا ہو جاتا ہے جو اپنے اثرات اور نتائج کے اعتبار سے سائنس کی نمو اور ترقی کا باعث بنتا ہے۔

قرآن حکیم نے اپنے متعلق جو دعوے کیے ہیں ان میں سے ایک دعویٰ یہ بھی ہے کہ یہ بصائر کی کتاب ([illegible] SIONS) ہے[1] اس کی عطا کردہ بصیرتیں انسانی ذہن کی تربیت ایسے خطوط پر کرتی ہیں کہ اس کے اندر خود بخود سائنسی اندازِ فکر اپنانے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔ قرآن حکیم انسان کو جس قسم کی مذہبی واردات کے حصول کی تلقین کرتا اور ترغیب دلاتا ہے۔ اس میں مرئی اور محسوس کائنات کا عمیق مشاہدہ اور ان مظاہر فطرت پر غور و فکر کے ذریعے خدا رسی بنیادی حیثیت رکھتے ہیں[2] موضوعاتی تجزیے کے اعتبار سے قرآن حکیم کا نواں حصہ ایسی آیات پر مشتمل ہے جو مظاہر فطرت کے مشاہدہ و مطالعہ اور ان پر غور و فکر سے تعلق رکھتی ہیں۔ ان تمام آیات میں مظاہر فطرت کو اللہ تعالیٰ کی ایسی آیات (نشانات) کے طور پر پیش کیا گیا ہے جو انسان کے لیے خدا یابی کا ناگزیر ذریعہ ہیں۔

علاوہ ازیں قرآن حکیم ہمیں جو تصورِ کائنات دیتا ہے اس کی رُو سے یہ کائنات، مایا، سراب یا فریبِ نظر نہیں بلکہ اللہ تعالےٰ کی تخلیق ہونے کے حوالے سے ایک ایسی اٹل حقیقت ہے جس کا ادراک ان اہل ایمان کو ہوتا ہے جو زمین و آسمان کی تخلیق میں غور و فکر کرنے کے بعد پکار اُٹھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی یہ تخلیق بے معنی اور بے مقصد نہیں ہو سکتی[3] ایک مقررہ مدت کے لیے انسان نے یہیں سے اپنا سامانِ زیست حاصل کرنا ہے[4] یہ کائنات اس کی زندگی کو قائم رکھنے

---

[1] القرآن ۶: الانعام: ۱۰۴؛ ۷: الاعراف: ۲۰۳
[2] القرآن ۱۲: یوسف: ۵۔
[3] القرآن ۳: آل عمران: ۱۹۱
[4] القرآن ۲: البقرہ: ۳۶۔

اور اسے سہارا دینے کے لیے ظاہری اور باطنی نعمتوں سے بھر دی گئی ہے۔ اس کی تمام چیزیں انسان کے لیے مسخر کر دی گئی ہیں[1]۔ انسان اس زمین پر ایک با اختیار مخلوق کی حیثیت سے بسایا گیا ہے[2] اور یہ اس کے عین شایان شان ہے کہ اس میں حسب ضرورت تصرف کر کے اسے اپنی آرزوؤں اور امنگوں کے مطابق ڈھالے کیونکہ یہ اصلاح پذیری کی صلاحیت سے بہرہ ور ہے۔

کائنات اور اس میں انسان کی حیثیت اور مقام کے بارے میں قرآن حکیم کی یہی وہ تصریحات ہیں جن کی بنیاد پر جدید سائنس کا معرض وجود میں آنا ممکن ہوا۔ اور اسی نقطہ نظر نے مسلمانوں میں سائنسی علوم و فنون کی ترویج و اشاعت کو ایسی بلندیوں سے ہمکنار کیا جس کے تمام مورخین سائنس معترف ہیں۔ سائنس کی خدمات کے صلے میں بریفالٹ اور سارٹن کی تحریریں مسلمانوں کے لیے خراج عقیدت سے لبریز ہیں۔ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا میں تاریخ سائنس پر جو مقالہ شامل ہے، اس کا مصنف مسٹر جیروم آر۔ راویٹز JEROME R. RAVETZ لکھتا ہے:

"اسلامی تہذیب یورپین سائنس کے لیے سب سے زیادہ مفید ثابت ہوئی۔ ساتویں صدی عیسوی سے لے کر دوسری صدی عیسوی تک اسلامی فتوحات کا دور دورہ رہا۔ عرب حکمران جہاں کہیں آباد ہوئے امن و سلامتی اور خوشحالی و فارغ البالی ساتھ لائے۔ ایران سے لے کر سپین تک کے ممالک میں عربی ہی واحد علمی زبان تھی۔ ستم ظریفی یہ ہوئی کہ یورپ سے اسلامی تہذیب کا اتصال ایسے وقت میں ہوا جب کہ یورپ کی تہذیب انتہائی پست درجے میں تھی۔ مثال کے طور پر صرف قرطبہ میں پانچ لاکھ کتب پر مشتمل لائبریری موجود تھی جبکہ پائرینز کے شمال میں واقع پورے یورپ میں فقط پانچ ہزار کتابیں تھیں۔ نویں صدی عیسوی ہی میں بغداد

---

[1] القرآن ۳ : لقمان ۲۰

[2] القرآن (۲)- البقرہ : ۳۰ -

کے حکمرانوں نے سائنس کا معتد بہ حصہ عربی میں ترجمہ کروالیا تھا۔ اور ان میں ان کے اپنے سائنس دان، علم ریاضی، علم ہیئت، بصریات، علم کیمیا اور علم طب میں اہم پیش رفتیں کر رہے تھے۔ لیکن یہ ترقی دیر تک اس لیے برقرار نہ رہ سکی۔ اس کا سبب یہ تھا کہ اگرچہ نابغہ روزگار مسلمان سائنس دان اپنی اپنی جگہ بڑے تخلیقی کارہائے نمایاں انجام دے رہے تھے لیکن اس کی معاشرتی بنیاد بہت کمزور تھی۔ جس کی وجہ سے ان میں وہ علمی تعاون مفقود تھا جو نچلے درجے کے سائنس دانوں کو بھی مؤثر بنا دیتا ہے[1]

سائنس کے تمام مؤرخین اس بات کا اعتراف کرنے پر مجبور ہیں کہ یورپ میں سائنسی علوم کی تشویق و ترویج اسلام ہی کی مرہون منت ہے لیکن یورپ میں عیسائیت کی مذہبی فضا سائنسی علوم کی تشویق و ترویج کے لیے سازگار نہیں تھی۔ آزادیٔ اظہار کے بر طرح طرح کی پابندیاں لگا کر پاپائیت نے سائنس کو کچلنے کے لیے ہر قسم کا ظلم روا رکھا۔ گیلیلیو جیسے سائنسدانوں پر قائم کیے گئے مقدمات کی تفاصیل تاریخ کے صفحات پر ثبت ہیں۔ ایک طویل عرصے کے تصادم کے نتیجے میں بالآخر وہاں سائنس اور مذہب نے اپنے اپنے لیے الگ الگ راستے اختیار کر لیے۔ چنانچہ مغرب میں سائنس کو کبھی یہ مقام نصیب نہیں ہو سکا کہ وہاں کی تہذیب میں سائنس کا علم خدا جوئی اور خدا رسی کا ذریعہ بن پاتا۔ اس لیے سائنس مظاہر فطرت کے مطالعہ تک ہی محدود ہو کر رہ گئی۔

اگرچہ مغرب میں بھی صداقت کی تلاش ہی کو سائنس کا مقصد اول قرار دیا جاتا ہے لیکن یہ ایک ایسی صداقت ہے جس کا مذہب کے خدا سے کوئی تعلق ہی نہیں۔ ان کے نزدیک عالم فطرت میں کارفرما خدا گویا مذہب کے خدا سے کوئی الگ تھلگ حقیقت ہے بلکہ وہ اسے خدا کے نام سے موسوم کرنے سے بھی گریز کرتے ہیں اور اس کے لیے "نیچر" کی مابعد الطبعیاتی اصطلاح استعمال کر کے ایک مبہم تصور کی تاریکی میں کھو کر رہ جاتے ہیں۔ قرآن حکیم اپنی ابتدائی

[1] ENCYCLOPAEDIA BRITTANICA VOL: 16, Page 368

آیات میں ہی منکرینِ حق کی جو مثال پیش کرتا ہے وہ ان پر پوری طرح صادق آتی ہے:

"ان کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص نے آگ روشن کی۔ اور جب اس نے سارے ماحول کو روشن کر دیا تو اللہ نے ان کا نورِ بصیرت سلب کر لیا اور انہیں اس حال میں چھوڑ دیا کہ تاریکیوں میں انہیں کچھ نظر نہیں آتا"[1]

دورِ حاضر کے نو بہ نو سائنسی انکشافات سے اگرچہ ماحول اچھی طرح روشن ہے لیکن یہ روشنی سائنسدانوں کے اندر وہ بصیرت پیدا نہیں کر سکی کہ انہیں خدا کا عرفان حاصل ہوتا۔ اس میں شک نہیں کہ مغرب میں بھی بعض چوٹی کے سائنسدان خدا پر پختہ یقین رکھتے ہیں اور مذہبی رجحانات رکھتے ہیں لیکن ان کے لیے سائنس کا علمی تجربہ مذہب کے باطنی تجربے سے کوئی علاقہ نہیں رکھتا دوسرے لفظوں میں یوں کہہ لیجئے کہ ان کے ہاں مذہب کا خدا اور ہے اور سائنس کا خدا اور کیونکہ وہ توحید کے صحیح تصوّر سے محروم ہیں۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ سائنس اخلاقی حدود و قیود سے آزاد ہو گئی ہے جس سے انسان کی فکری اور عملی زندگی میں بگاڑ پیدا ہو گیا ہے۔

درحقیقت دورِ حاضر کی تہذیب کا یہی وہ بنیادی عقدہ ہے جس کی گرہ کشائی صرف اور صرف اسلام کے بے مثل عقیدہ توحید کی بدولت ممکن ہے۔ اسلام کا شدّت کے ساتھ خدا کی وحدانیت پر اصرار انسان کے خارجی تجربات اور اس کی باطنی واردات کو ایک عضوی وحدت میں سمو کر سائنس کو اخلاقیات کے تابع کر دیتا ہے اور یہ موجودہ سائنسی تہذیب کو تباہی سے بچانے کی واحد تدبیر ہے جس کی اہمیت کے پیشِ نظر قرآن دیگر مذاہب کے پیروکاروں کو اشتراک کی کھلی دعوت دیتا ہے۔

"کہو اے اہلِ کتاب آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے، یہ کہ اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کریں۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی اللہ کے سوا کسی کو

---

[1] القرآن - ۲ (البقرہ): ۱۷

اپنا رب نہ بنائے" [1]

قرآن کی یہ پکار سائنس والوں کو اس تنویت (شرک) سے باز رہنے کی دعوت ہے جس میں گرفتار ہو کر انہوں نے مذہب اور سائنس کے الگ الگ خدا ایجاد کر لیے ہیں اور جن کی وجہ سے مادی تقاضوں اور اخلاقی داعیات کا آپس میں کوئی تعلق اور ربط نہیں رہا۔ یہی وہ بنیادی خرابی ہے جس کے نتیجے میں دورِ حاضر کا انسان ایک عذاب میں مبتلا ہو گیا ہے۔ ان حالات میں اسلام کی خالص توحید دورِ حاضر کے انسان کے لیے بڑی اہمیت، افادیت، اور دلکشی رکھتی ہے جو موجودہ دور میں اسلام کی تبلیغ کا سب سے مؤثر ذریعہ ثابت ہو سکتی ہے۔

سائنس نے جہاں انسانی زندگی کے لیے گوناگوں آسائشیں مہیا کی ہیں وہاں اس کا یہ کارنامہ بھی کچھ کم اہم نہیں کہ اس نے تمام اقوامِ عالم کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کر دیا ہے۔ دنیا کا ہر سائنس دان خواہ کسی بھی ملک، مذہب، قوم، رنگ، اور نسل سے تعلق رکھتا ہے سائنس کے فورم پر آ کر کسی بھی قسم کی اجنبیت محسوس نہیں کرتا بلکہ اپنے آپ کو ایک وسیع تر عالمی برادری کا فرد سمجھتا ہے۔ یوں سائنس ہمیں عالمگیر انسانی وحدت کے اس مقام پر لے آئی ہے جہاں سے پوری دنیا کو اسلامی توحید کا پیغام دیا جا سکتا ہے۔ توحید خالص کا قرآنی تصور سائنس کی زبان میں ڈھل کر ایک ایسے مؤثر، قابلِ فہم اور دلنشیں نظریے کی صورت اختیار کر لیتا ہے جو آج کے انسان کو پوری طرح مطمئن کر سکتا ہے۔ کسی مفکر کا قول ہے کہ سائنس نفسِ انسانی کے تزکیہ کا بہت بڑا ذریعہ ہے جو دنیا کے اعلیٰ ترین مذہب کے سوا دوسرے تمام مذاہب کو ناممکن بنا دیتی ہے اور اسلام اپنے آپ کو اس کسوٹی پر پرکھنے کے لیے پیش کرتا ہے کیونکہ قرآن کا دعویٰ ہے کہ سائنسی انکشافات ہمیشہ ہمیشہ قرآنی حقائق کی صداقت کا ثبوت فراہم کرتے رہیں گے۔

اسلام اس کائنات کے بارے میں ہمیں جو تصور دیتا ہے اس کے مطابق عالمِ فطرت میں اللہ تعالیٰ کے جاری کردہ غیر متبدل قوانین (سنن اللہ) کارفرما

---

[1] القرآن ۳ (آل عمران) آیہ ۶۴

[illegible] کلمات اللہ کا کوئی خاتمہ نہیں [illegible] کی [illegible] تحقیقات [illegible] کے لیے [illegible] سائنسی [illegible] کے نتیجے میں انسان اللہ تعالیٰ کی [illegible] مشاہدہ کرتا رہتا ہے۔ ذات کی بوقلمونی کا یہ عالم ہے کہ سائنس کے نت نئے انکشافات کی بدولت ایک سے ایک نئی آیت مشاہدے میں آتی رہتی ہے۔ سائنسی دریافت کی حتمیت کا تو کسی نے آج تک دعویٰ کیا ہے اور نہ ہی ایسا دعویٰ ممکن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سائنس کا مرحلۂ تحقیق کبھی طے نہیں ہوتا۔

قرآن کی یہی وہ تعلیمات ہیں جو ایسے تمام تناقضات کو ختم کر دیتی ہیں جو سائنسی اور مذہبی حلقوں کی طرف سے سائنس اور مذہب کی تفریق کو قائم رکھنے کے لیے بطور دلائل پیش کیے جاتے ہیں۔ یہی ہے قرآن کی وہ رہنمائی جس پر عمل پیرا ہونے سے سائنس انسان کو قوت ہی نہیں بخشتی بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اس قوت کو [illegible] اور اخلاقی اقدار کے تابع بھی رکھتی ہے اور یہی قرآن کا عطا کردہ ازلی نظریہ جس کو اپنانے سے ایسے سائنس دان پیدا ہوتے ہیں جن کے قلوب علمی ترقی کے ساتھ ساتھ خشیتِ الٰہی کی کیفیات سے بھی لبریز رہتے ہیں۔[3] اسلام کا سائنس سے یہی وہ رشتہ ہے جو دورِ حاضر میں اسلام کی اشاعت اور تبلیغ کا مؤثر ترین ذریعہ بن کر انسانی تاریخ کا رخ پھر امن و سلامتی اور خوش حالی و فارغ البالی کی طرف موڑ سکتا ہے۔

---

[1] القرآن، ۴۸ (الفتح): ۲۹

[2] القرآن، ۱۹ (مریم): ۱۰۹

[3] القرآن